۱۳۳۹ھ

تصنیف لطیف:۔

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

رسالہ

نزولِ اٰیاتِ فرقان بسکونِ زمین و آسمان[۳۹][۱۳]

(زمین اور آسمان کے ساکن ہونے کے بارے میں حق و باطل کے درمیان فرق کرنیوالی (قرآن مجید کی) آیتوں کا نازل ہونا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ؕ

مسئلہ ۱۳ ازموتی بازار لاہور مسئولہ مولوی حاکم علی صاحب ۱۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

یا سیدی اعلیحضرت سلمکم اللہ تعالٰی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

اما بعد ھٰذا من تفسیر جلالین (ان اللہ یمسك السموٰت والارض ان تزولا) ای یمنعھما من الزوال[۱]، وایضا (اَوَ لم تکونوا اقسمتم) حلفتم (من قبل) فی الدنیا (مالکم

بعدازیں یہ تفسیر جلالین کی عبارت ہے (بیشک اللہ تعالٰی روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کریں) یعنی ان کو زوال سے روکے ہوئے ہے۔ یہ بھی اسی میں ہے (تو کیا تم پہلے قسم نہ کھا چکے تھے) دنیا میں (نہیں ہے تمھیں)

---

[۱] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۳۵/۴۱ مطبع مجتبائی دہلی حصہ دوم ص ۳۶۵

من زائدة (زوال) عنها الی الاٰخرة [1] وایضا (وان) ما (کان مکرھم وان عظم (لتزول منه الجبال) المعنی لایعبأ به ولا یضر الا انفسھم والمراد بالجبال ھنا قیل حقیقتھا وقیل شرائع الاسلام المشبھة بھا فی القرار والثبات وفی قراءة بفتح لام لتزول ورفع الفعل فان مخففة والمراد [ع] تعظیم مکرھم وقیل المراد بالمکر کفرھم ویناسبه علی الثانیة تکاد السمٰوٰت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا وعلی الاول ما قرئ وما کان [2] وسردار من دامت برکاتکم و این است از تفسیر حسینی (ان الله) بدرستیکه خدائے تعالٰی (یمسك

من زائدہ ہے (ہٹ کے کہیں جانا) دنیا سے آخرت کی طرف۔ اور یہ بھی اسی میں ہے (اور نہیں ہے ان کا مکر) اگرچہ بہت بڑا ہے (کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں) معنی یہ ہے کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں اور اُن کا نقصان خود انہی کو ہے۔ اور یہاں پہاڑوں سے مراد ایک قول کے مطابق حقیقتًا خود پہاڑ ہیں، اور ایک قول کے مطابق احکامِ شرع ہیں جن کو قرار و ثبات میں پہاڑوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اور جس قراءۃ میں لتزول کا لام مفتوح اور فعل مرفوع ہے اُس قراءۃ میں اِنْ مخففہ ہوگا اور مراد ان کے مکر کی بڑائی۔ اور کہا گیا ہے کہ مکر سے مراد ان کا کفر ہے۔ اور قراءۃ ثانیہ کی صورت میں اس قول کی تائید قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ کرتی ہے (قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں ڈھہ کر) اور اول کی صورت میں جو پڑھا گیا ہے وماکان یعنی نہیں تھا (ان کا مکر) اور میرے سردار! آپ کی برکتیں ہمیشہ رہیں، یہ ہے

ع والمعنی لان کان مکرھم من الشدة بحیث تزول عنھا الجبال وتنقطع عن اماکنھا [3] ۱۲ کمالین۔

ع معنی یہ ہے کہ اُن کا مکر اس قدر شدید ہے کہ اس سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں ۱۲ کمالین۔ (ت)

---

۱ تفسیر جلالین تحت آیة ۱۴/۴۳ مطبع مجتبائی دہلی حصہ اول ص ۲۰۸

۲ " " " ۱۴/۴۶ " " " "

۳ کمالین علی ہامش جلالین " " " مطبع مجتبائی دہلی نصف اول ص ۲۰۸

السمٰوٰت والارض) نگاہ میدارد
آسمانہا و زمین را (ان تزولا)
برائے آنکہ زائل نہ شوند از اماکن خود چہ
ممکن را در حال بقا ناچار است
از نگاہ دارندہ آوردہ اند کہ چوں یہود و نصارٰی
عزیر و عیسٰی را بفرزندی حق سبحٰنہ
نسبت کردند آسمان و زمین نزدیک
باں رسید کہ شگافتہ گردد حق تعالٰے فرمود
کہ من بقدرت نگاہ می دارم ایشاں را
تا زوال نیابند یعنی از جائے خود نروند[1] ایضًا
(اولم تکونوا) در جواب ایشاں گویند
فرشتگان آیا نبودید شما کہ از روئے مبالغہ
(اقسمتم من قبل) سوگندے خوردید پیش ازیں
در دنیا کہ شما پایندہ و خوابیدہ بودید (مالکم
من زوال) نباشد شما را ہیچ زوالے مراد
آنست کہ می گفتند کہ ما در دنیا خواہیم بود و
بسرائے دیگر نقل نخواہیم نمود[2]۔ و ایضًا (وان
کان مکرھم) و بدرستیکہ بود مکر ایشاں
در سختی و ہول ساختہ پرداختہ (لتزول) تا از جائے
برود (منہ الجبال[3]) زاں مکر کوہ ہا۔

تفسیر حسینی کی عبارت (ان اللّٰہ) بیشک اللہ تعالٰے
(یمسک السمٰوٰت والارض) محفوظ رکھتا ہے
آسمانوں اور زمین کو (ان تزولا) اس واسطے کہ اپنی
جگہوں سے زائل نہ ہوجائیں کیونکہ ممکن کیلئے حالت بقاء
میں کسی محافظ کا ہونا ضروری ہے۔ منقول ہے کہ
جب یہود و نصارٰی نے حضرت عزیر اور حضرت عیسٰی
علیہما السلام کو اللہ تعالٰی کا بیٹا قرار دیا تو آسمان و
زمین پھٹنے کے قریب ہوگئے، اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ
میں اپنی قدرت کے ساتھ ان کو محفوظ رکھتا ہوں تاکہ
یہ زوال نہ پائیں یعنی اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائیں۔
اُسی میں ہے (اولم تکونوا اقسمتم من قبل)
ان کے جواب میں فرشتے بطور مبالغہ کہیں گے کہ
کیا تم نے اس سے پہلے دُنیا میں قسمیں نہیں کھائی
تھیں کہ تم دُنیا میں ہمیشہ رہو گے اور سوئے رہو گے
(مالکم من زوال) تمہارے لئے کوئی زوال نہیں
ہوگا۔ مراد یہ ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم دنیا میں ہمیشہ
رہیں گے اور دوسرے جہاں میں منتقل نہیں ہونگے۔
اور اسی میں ہے (وان کان مکرھم) یقینًا ان کا
مکر سختی و ہولناکی میں اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ
(لتزول منہ الجبال) اس کی وجہ سے پہاڑ اپنی جگہ
سے ہٹ جاتے۔ (ت)

---

[1] تفسیر حسینی قادری تحت آیۃ ۳۵/۴۱ مطبع محمدی واقع بمبئی انڈیا ص ۲۰۵
[2] " " " " ۱۴/۴۴ " " " ص ۴۱۹
[3] " " " " ۱۴/۴۶ " " " " "

اے محبوب و محبِ فقیر ایدکم اللہ تعالٰی فی کل حال (اللہ تعالٰی ہر حال میں آپ کی مدد فرمائے۔ت) جب کافروں کے زوال کے معنٰی ان کا اس دُنیا سے دار الآخرۃ میں جانا مسلّم ہوا تو معاملہ صاف ہوگیا کیونکہ کافر زمین پر پھرتے چلتے ہیں اس پھرنے چلنے کا نام زوال نہ ہوا کہ یہ اُن کا چلنا پھرنا اپنے اماکن میں ہے کہ جہاں تک اللہ تعالٰی نے اُن کو حرکت کرنے کا امکان دیا ہے وہاں تک ان کا حرکت کرنا اُن کا زوال نہ ہوا، یہی حال پہاڑوں کا ہوا کہ ان کا اپنے اماکن سے زائل ہوجانا ان کا زوال ہوا، جب یہ حال ہے تو زمین کا بھی اپنے اماکن سے زائل ہوجانا اس کا زوال ہوگا اور اپنے اماکن میں اس کا حرکت کرنا زوال نہیں ہوسکتا۔ شکر ہے اس پروردگار کا کہ کسی صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی مجھے گریز نہ ہوا اور میری مشکل بھی از بارگاہ حل المشکلات حل ہوگئی برکت کلامِ کریم:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب[1] اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔(ت)

اور یہ اس طرح ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آسمان کے سکون فی مکان کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا یعنی آسمان کی تصریح کی طرح تصریح نہ فرمائی یعنی خاموشی فرمائی، قربان جاؤں احسن الخالقین تبارک وتعالٰی کے اور باعثِ خلقِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اور حضرت معلم التحیات رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کہ سائنس کی سرکوبی کے لئے زمین کے زوال اس کے اماکن سے کے معنٰی آپ کے اس تابعدار مجاہد کبیر پر عیاں فرمائے کہ زمین کے زوال نہ کرنے کے یہ معنٰی ہیں کہ جن اماکن میں اللہ تعالٰی نے اس کو امساک کیا ہے اس سے یہ باہر نہیں سرک سکتی مگر ان اماکن میں اس کو حرکت امر کردہ شدہ عطا فرمائی ہوئی ہے جیسے کہ اس پر کافر چلتے پھرتے ہیں اور یہ اُن کا زوال نہیں ہے، اسی طرح سے اپنے مدار میں اور سُورج کی ہمراہی میں امساک کردہ شدہ ہے اور جاذبہ اور رفتار کیا ہے صرف اللہ پاک کے امساک کا ایک ظہور ہے اور کچھ نہیں، اب چاہیں تو جاذبہ اور رفتار دونوں کو معدوم کردیں اور ہر چیز کو اس کے حیّز میں ساکن فرمادیں اس سے زائل نہیں ہوسکتی جیسے کہ سورج والشمس تجری لمستقر لھا[2] (اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے۔ت) کی رُو سے اپنے مجرے میں امساک کیا گیا ہوا ہے اور

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۲ و ۳

[2] ؎ ؎ ۳۶/ ۳۸

اپنے مجرے میں چل رہا ہے مگر اس کے اس چلنے کا نام زوال نہیں بلکہ جریان ہے تو زمین کا بھی اپنے مدار میں اور سورج کی ہمراہی میں چلنا اس کا جریان ہے نہ کہ زوال۔

ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء[1]، فالحمد للّٰہ رب العٰلمین والشکر والمنۃ۔

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے ــــــ اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا اور اس کا شکر اور احسان ہے (ت)

غریب نواز! کرم فرما کر میرے ساتھ متفق ہوجاؤ تو پھر ان شاء اللہ تعالٰی سائنس کو اور سائنسدانوں کو مسلمان کیا ہوا پاں الم نجعل الارض مھادا[2] (کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا۔ ت) کے بجائے الذی جعل لکم الارض مھدا[3] الخ (وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا کیا۔ ت)

درج فرمادیں دیباچہ میں، سب کو سلام مسنون قبول ہو۔

الجواب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی بامرہ قامت السماء والارض والصلٰوۃ والسلام علٰی شفیع یوم العرض واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین، اٰمین!

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں، اور درود و سلام ہو روزِ قیامت شفاعت کرنے والے پر اور ان کی آل، اصحاب، اولاد اور تمام اُمّت پر۔ آمین! (ت)

مجاہدِ کبیر مخلص فقیر، حق طلب حق پذیر سلّمہ اللہ القدیر! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ دسواں دن ہے آپ کی رجسٹری آئی میری ضروری کتاب کہ طبع ہورہی ہے اس کی اصل کے صفحہ ۱۰۸ تک کاتب لکھ چکے اور صفحہ ۱۰۹ کے بعد سے مجھے تقریبًا چالیس صفحات کے قدر مضامین بڑھانے کی ضرورت محسوس ہوئی، یہ مباحث جلیلہ دقیقہ پر مشتمل تھی، میں نے ان کی تکمیل مقدم جانی کہ طبع جاری رہے، اُدھر طبیعت کی حالت آپ خود ملاحظہ فرما گئے ہیں وہی کیفیت اب تک ہے اب بھی اُسی طرح چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد کو لے جاتے لاتے ہیں، ان اوراق کی تحریر اور اُن مباحث جلیلہ غامضہ

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۱

[2] القرآن الکریم ۷۸/ ۶

[3] 〃 〃 ۴۳/ ۱۰

کی تنقیح و تقریر سے بحمدہٖ تعالیٰ رات فارغ ہوا اور آپ کی محبت پر اطمینان تھا کہ اس ضروری دینی کام کی تقدیم کو ناگوار نہ رکھیں گے۔

آپ نے اپنا لقب مجاہد کبیر رکھا ہے مگر میں تو اپنے تجربے سے آپ کو مجاہدِ اکبر کہہ سکتا ہوں۔ حضرت مولانا الاسد الاشد مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا لہجہ جلد سے جلد حق قبول کرلینے والا میں نے آپ کے برابر نہ دیکھا اپنے جمے ہوئے خیال سے فوراً حق کی طرف رجوع لے آنا جس کا میں بارہا آپ سے تجربہ کرچکا نفس سے جہاد ہے اور نفس سے جہاد جہادِ اکبر ہے تو آپ اس میں مجاہدِ اکبر ہیں بارک اللہ تعالیٰ وتقبل اٰمین۔ امید ہے کہ بعونہٖ تعالیٰ اس مسئلہ میں بھی آپ ایسا ہی جلد از جلد قبول حق فرمائیں گے کہ باطل پر ایک آن کے لئے بھی اصرار میں نے آپ سے نہ دیکھا وللہ الحمد۔

اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں کواکب چل رہے ہیں کل فی فلک یسبحون[1] ہر ایک ایک فلک میں تیرتا ہے، جیسے پانی میں مچھلی۔ اللہ عزوجل کا ارشاد آپ کے پیشِ نظر ہے:

ان اللہ یمسك السمٰوٰت والارض ان تزولا o ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ انہ کان حلیما غفورا[2]

بیشک اللہ آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرکیں تو اللہ کے سوا انھیں کون روکے، بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔ (ت)

میں یہاں اولاً اجمالاً چند حرف گزارش کروں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی حق پسندی کو وہی کافی ہوں، پھر قدرے تفصیل۔

اجمال یہ کہ افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبداللہ ابن مسعود و صاحب سِرِّ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس آیہ کریمہ سے مطلق حرکت کی نفی مانی، یہاں تک کہ اپنی جگہ قائم رہ کر محور پر گھومنے کو بھی زوال بتایا (دیکھئے نمبر ۲)۔

حضرت امام ابو مالک تابعی ثقہ جلیل تلمیذ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے زوال کو مطلق حرکت سے تفسیر کیا۔ (دیکھئے آخر نمبر ۲)

ان حضرات سے زائد عربی زبان و معانیِ قرآن سمجھنے والا کون!

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۳۳

[2] ؍؍ ؍؍ ۳۵/ ۴۱

علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری نے تفسیر رغائب الفرقان میں اس آیہ کریمہ کی یہ تفسیر فرمائی: (ان تزولا) کراھۃ ان تزولا عن مقرھما و مرکزھما[1] یعنی اللہ تعالٰی آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں اپنے مقر و مرکز سے ہٹ نہ جائیں۔ مقر ہی کافی تھا کہ جائے قرار و آرام ہے، قرار سکون ہے منافیِ حرکت۔ قاموس میں آتا ہے، قرسکن[2]۔ مگر انھوں نے اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ اس کا عطف تفسیری مرکزھما زائد کیا مرکز جائے رکز۔ رکز گاڑنا، جمانا۔ یعنی آسمان و زمین جہاں جمے ہوئے گڑے ہوئے ہیں وہاں سے نہ سرکیں۔ نیز غرائب القرآن میں زیر قولہ تعالٰی: الذی جعل لکم الارض فراشا (اور جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔ ت) فرمایا:

لایتم الافتراش علیھا مالم تکن ساکنۃ ویکفی فی ذلک ما اعطاھا خالقھا ورکز فیھا من المیل الطبیعی الی الوسط الحقیقی بقدرتہ و اختیارہ ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا[3]۔

زمین کو بچھونا بنانا اس وقت تک تمام نہیں ہوتا جب تک وہ ساکن نہ ہو۔ اور اس میں کافی ہے وہ جو اللہ تعالٰی نے اپنی قدرت و اختیار کے ساتھ اس میں وسط حقیقی کی طرف میل طبعی مرتکز فرمایا ہے۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: بیشک اللہ تعالٰی آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں۔ (ت)

اسی آیت کے نیچے تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں ہے:

اعلم ان کون الارض فراشا مشروط بکونھا ساکنۃ، فالارض غیر متحرکۃ لابالاستدارۃ ولا بالاستقامۃ، و سکون الارض لیس الا من اللہ تعالٰی بقدرتہ و اختیارہ ولھذا قال اللہ تعالٰی ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا[4] اھ ملتقطا۔

جان لے کہ زمین کا بچھونا ہونا اس کے ساکن ہونے کے ساتھ مشروط ہے۔ لہذا زمین نہ تو حرکت مستدیرہ کے ساتھ متحرک ہے اور نہ ہی حرکت مستقیمہ کے ساتھ۔ اور اس کا ساکن ہونا محض اللہ تعالٰی کی قدرت و اختیار سے ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: بے شک اللہ تعالٰی آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں الخ التقاط۔ (ت)

---

[1] غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری) تحت آیۃ ۳۵ /۴۱ مصطفی البابی مصر ۲۲ /۸۴

[2] القاموس المحیط باب الراء فصل القاف " " " ۲ /۱۱۹

[3] غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری) تحت آیۃ ۲ /۲۲ " " " ۱ /۱۹۲ و ۱۹۳

[4] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " " ۲ /۲۲ المطبعۃ المصریۃ بمیدان الازہر ۲ /۱۰۲-۱۰۳

قرآن عظیم کے وہی معنی لینے ہیں جو صحابہ و تابعین و مفسرین معتمدین نے لئے ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جن کا پتا نصرانی سائنس میں ملے مسلمان کو کیسے حلال ہوسکتا ہے، قرآن کریم کی تفسیر بالرائے اشد کبیرہ ہے جس پر حکم ہے:

فلیتبوء مقعدہ من النار[1] وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

یہ تو اس سے بھی بڑھ کر ہوگا کہ قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے بھی نہیں بلکہ رائے نصارٰی کے موافق، والعیاذ باللہ، یہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما وہ صحابی جلیل القدر ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے اسرار سکھائے ان کا لقب ہی صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی اُن سے اسرارِ حضور کی باتیں پوچھتے، اور عبداللہ تو عبداللہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ یہ جو فرمائیں اسے مضبوط تھامو تمسکوا بعھد ابن مسعود[2] (ابن مسعود کے فرمان کو مضبوطی سے تھامو) اور ایک حدیث میں ارشاد ہے:

رضیت لامتی ما رضی لھا ابن ام عبد وکرھت لامتی ما کرہ لھا ابن ام عبد[3] میں نے اپنی امت کے لئے پسند فرمایا جو اس کے لئے عبداللہ ابن مسعود پسند کریں اور میں نے اپنی امت کے لئے ناپسند رکھا جو اس کے لئے ابن مسعود ناپسند رکھیں۔

اور خود ان کے علم قرآن کو اس درجہ ترجیح بخشی کہ ارشاد فرمایا:

استقرؤا القراٰن من اربعۃ من عبداللہ ابن مسعود[4] الحدیث۔ قرآن چار شخصوں سے پڑھو۔ سب میں پہلے عبداللہ ابن مسعود کا نام لیا۔

یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بروایت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حضرت اقدس صلے اللہ تعالٰی

---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر باب ما جاء فی الذی یفسر القرآن برایہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۹

[2] جامع الترمذی باب المناقب مناقب عبداللہ بن مسعود امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۲۱

حلیۃ الاولیاء ذکر عبداللہ بن مسعود دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۲۸

[3] مجمع الزوائد کتاب المناقب مناقب عبداللہ بن مسعود ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۹/ ۲۹۰

[4] صحیح البخاری ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۳۱

صحیح مسلم کتاب الفضائل فضائل ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۲۹۳

علیہ وسلم ہے۔

اور عجائب نعمائے الٰہیہ سے یہ کہ آیہ کریمہ ان تزولا کی یہ تفسیر اور یہ کہ محور پر حرکت بھی موجب زوال ہے چہ جائے حرکت علی المدار۔ ہم نے دو صحابی جلیل القدر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، دونوں کی نسبت حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بات تم سے بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔ دونوں حدیثیں جامع ترمذی شریف کی ہیں۔ اوّل :

ماحدثکم ابن مسعود فصدقوہ۔[1] جو بات تم سے ابن مسعود بیان کرے اس کی تصدیق کرو۔ (ت)

دوم :

ماحدثکم حذیفۃ فصدقوہ۔[2] جو بات تم سے حذیفہ بیان کرے اس کی تصدیق کرو۔ (ت)

اب یہ تفسیران دونوں حضرات کی نہیں بلکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسے مانو اس کی تصدیق کرو والحمد للہ رب العالمین ہمارے معنی کی تو یہ عظمت شان ہے کہ مفسرین سے ثابت، تابعین سے ثابت، اجلہ صحابہ کرام سے ثابت، خود حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے اُس کی تصدیق کا حکم۔

اور عنقریب ہم بفضل اللہ تعالٰی اور بہت **آیات** اور صدہا **احادیث** اور **اجماع امت** اور خود اقرار مجاہد کبیر سے اس معنی کی حقیقت اور زمین کا سکون مطلق ثابت کریں گے وباللہ التوفیق۔

آپ نے جو معنی لئے کیا کسی صحابی، کسی تابعی، کسی امام، کسی تفسیر، یا جانے دیجئے چھوٹی سے چھوٹی کسی اسلامی عام کتاب میں دکھا سکتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ زمین گرد آفتاب دورہ کرتی ہے اللہ تعالٰی اسے صرف اتنا روکے ہوئے ہے کہ اس مدار سے باہر نہ جائے لیکن اس پر اسے حرکت کرنے کا امر فرمایا ہے۔ حاش للہ! ہرگز کسی اسلامی رسالہ، پرچے، رقعہ سے اس کا پتا نہیں دے سکتے سوا سائنس نصارٰی کے۔ آگے آپ انصاف کرلیں گے کہ معنی قرآن وہ لئے جائیں یا یہ۔ مجا مخلصا! وہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عمار بن یاسر امین کمپنی دہلی ۲/۲۲۱
مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفہ بن الیمان المکتب الاسلامی بیروت ۵/۳۸۵ و ۴۰۲

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناقب حذیفہ ابن الیمان امین کمپنی دہلی ۲/۲۲۲

کون سا نص ہے جس میں کوئی تاویل نہیں گھڑ سکتے یہاں تک کہ قادیانی کافرنے وخاتم النبیین[1] میں تاویل گھڑ دی کہ رسالت کی افضلیت اُن پر ختم ہوگئی اُن جیسا کوئی رسول نہیں[2]۔ نانوتوی نے گھڑ دی کہ وُہ نبی بالذات ہیں اور نبی بالعرض اور موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہوجاتا ہے ان کے بعد بھی اگر کوئی نبی ہو تو ختم نبوت کے خلاف نہیں[3] کہ یُوں ہی کوئی مشرک لا الٰہ الا اللہ میں تاویل کر سکتا ہے کہ اعلیٰ میں حصر ہے یعنی اللہ کے برابر کوئی خدا نہیں اگرچہ اس سے چھوٹے بہت سے ہوں جیسے حدیث شریف میں ہے:

لافتی الاعلی لاسیف الا ذوالفقار[4] — نہیں ہے کوئی جوان مگر علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) اور نہیں ہے کوئی تلوار مگر ذوالفقار۔ (ت)

دوسری حدیث:

لاوجع الا وجع العین ولاھم الاھم الدین[5] — درد نہیں مگر آنکھ کا درد اور پریشانی نہیں مگر قرض کی پریشانی۔

ایسی تاویلوں پر خوش نہ ہونا چاہئے بلکہ جو تفسیر ماثور ہے اس کے حضور سر رکھ دیا جائے اور جو مسئلہ تمام مسلمانوں میں مشہور و مقبول ہے مسلمان اُسی پر اعتقاد لائے۔

مجی مخلصی! اللہ عزوجل نے آپ کو پکا مستقل سُنی کیا ہے آپ جانتے ہیں کہ اب سے پہلے رافضی جو مرتد نہ تھے کاہے سے رافضی ہوئے، کیا اللہ یا قرآن یا رسول یا قیامت وغیرہا ضروریاتِ دین سے کسی کے منکر تھے؟ ہرگز نہیں، انھیں اسی نے رافضی کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی عظمت نہ کی۔ مجبا! دل کو صحابہ کی عظمت سے مملو کرلینا فرض ہے انھوں نے قرآن کریم صاحبِ قرآن صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پڑھا حضور سے اس کے معانی سیکھے اُن کے ارشاد کے آگے اپنی فہم ناقص کی وہ نسبت سمجھنی بھی ظلم ہے جو ایک علامہ متبحر کے حضور کسی جاہل گنوار بے تمیز کو۔ مجبا! صحابہ اور خصوصاً حذیفہ و عبداللہ ابن مسعود جیسے

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۴۰

[2] تحذیر الناس — کتب خانہ رحیمیہ سہارن پور انڈیا — ص ۳

[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ — ص ۲۵

[4] الاسرار المرفوعۃ — حدیث ۱۰۶۰ — دار الکتب العلمیہ بیروت — ص ۲۶۵

[5] الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ — حرف لا حدیث ۴۹۴ — المکتب الاسلامی بیروت — ص ۱۸۷

صحابہ کی یہ کیا عظمت ہوئی اگر ہم خیال کریں کہ جو معنی قرآن عظیم اُنھوں نے سمجھے غلط ہیں ہم جو سمجھے وہ صحیح ہیں،
میں آپ کو اللہ عزوجل کی پناہ میں دیتا ہوں اس سے کہ آپ کے دل میں ایسا خطرہ بھی گزرے ــــــ
فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین[1]۔ (تو اللہ تعالٰی سب سے بہتر نگہبان اور وہ ہر مہربان سے
بڑھ کر مہربان ہے۔ ت)۔

میں امید واثق رکھتا ہوں کہ اسی قدر اجمالِ جمیل آپ کے انصافِ جزیل کو بس۔ آب قدرے
تفصیل بھی عرض کروں:

(ا) زوال کے اصلی معنی سرکنا، ہٹنا، جانا، حرکت کرنا، بدلنا ہیں۔ قاموس میں ہے:
الزوال الذھاب والاستحالۃ[2]۔ زوال کا معنی ہے جانا اور ایک حال سے
دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا۔ (ت)

اُسی میں ہے:
کل ما تحول فقد حال واستحال[3]۔ ہر وہ جس نے جگہ بدلی تو بیشک اس نے حال بدلا
اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل
ہوا۔ (ت)

ایک نسخہ میں ہے، کل ما تحرك او تغیر[4] (ہر وہ جس نے حرکت کی یا تبدیل ہوا۔ ت)
یُوں ہی عُباب میں ہے، تحول او تحرك[5] (بدلا یا حرکت کی۔ ت)
تاج العروس میں ہے:
ازال اللہ تعالٰی زوالہ ای اذھب اللہ حرکتہ (ازال اللہ) اللہ تعالٰی نے اس کے زوال کا
وزال زوالہ ای ذھبت ازالہ فرمایا یعنی اس کی حرکت کو ختم فرما دیا۔ اور

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۶۴
[2] القاموس المحیط فصل الزاء باب اللام تحت لفظ "الزوال" مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۰۲
[3] " " فصل الحاء " " " الحول " " ۳/ ۳۶۴
[4] تاج العروس فصل الحاء من باب اللام تحت لفظ "الحول" داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۲۹۴
[5] " " بحوالہ العباب " " " " " " "

حرکتہ[1]

اس کا زوال زائل ہوا یعنی اس کی حرکت ختم ہوگئی۔ (ت)

نہایہ ابن اثیر میں ہے:

فی حدیث جندب الجھنی "واللّٰہ لقد خالطہ سھمی ولوکان زائلۃ لتحرک" الزائلۃ کل شئ من الحیوان یزول عن مکانہ ولا یستقر، وکان ھذا المرمی قد سکن نفسہ لایتحرک لئلا یحس بہ فیجھز علیہ[2]

جندب جُہنی کی حدیث میں ہے بخدا میرا تیر اس میں پیوست ہوگیا، اگر اس میں حرکت کی طاقت ہوتی تو وہ حرکت کرتا۔ "زائلہ" اس حیوان کو کہتے ہیں جو اپنی جگہ سے ہٹ جائے اور قرار نہ پکڑے۔ جس کو تیر لگا تھا اس نے اپنے آپ کو حرکت سے روک لیا تاکہ اس کے بارے میں پتا نہ چل سکے اور اس کو ہلاک کردیا جائے۔ (ت)

(ا) دیکھو زوال بمعنی حرکت ہے اور قرآن عظیم نے آسمان و زمین سے اس کی نفی فرمائی تو حرکتِ زمین و حرکتِ آسمان دونوں باطل ہوئیں۔

(ب) "زوال" جانا اور بدلنا ہے حرکتِ محوری میں بدلنا ہے اور مدار پر حرکت میں جانا بھی، تو دونوں کی نفی ہوئی۔

(ج) نیز نہایہ و درنثیر امام جلال الدین سیوطی میں ہے:

الزویل الانزعاج بحیث لایستقر علی المکان وھو والزوال بمعنی[3]۔

"زویل" کا معنی بے قراری ہے اس طور پر کہ کسی ایک جگہ قرار نہ پکڑے۔ زویل اور زوال کا معنی ایک ہی ہے۔ (ت)

قاموس میں ہے:

زعجہ واقلقہ وقلعہ من مکانہ کازعجہ فانزعج[4]۔

اس کو بے قرار و مضطرب کیا اور اس کو اپنی جگہ سے ہٹایا جیسے اس کو بے قرار کیا تو وہ بیقرار ہوگیا۔ (ت)

---

[1] تاج العروس فصل الزای من باب اللام دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۳۶۲

[2] النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر باب الزاء مع الواو تحت لفظ "زوال" مکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۲/۳۱۹

[3] " " " ۲/۳۲۰

[4] القاموس المحیط فصل الراء والزای باب الجیم تحت لفظ زعجہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۹۸

لسان میں ہے :

الانزعاج نقیض الاقرار[1]

انزعاج (بے قرار کرنا) اقرار (ایک جگہ ٹھہرانے) کی ضد ہے۔ (ت)

تاج میں ہے :

قلق الشیئ قلقاً وھو ان لایستقر فی مکان واحد[2]

قلق الشیئ قلقاً کا معنٰی یہ ہے کہ شے ایک جگہ میں قرار نہ پکڑے۔ (ت)

مفردات امام راغب میں ہے :

قرفی مکانہ یقر قرارا ثبت ثبوتا جامدا واصلہ من القر وھو البرد وھو یقتضی السکون والحر یقتضی الحرکۃ[3]

قرفی مکانہ یقر قرارا کا معنٰی یہ ہے کہ شی اپنی جگہ ثابت ہو کر ٹھہر گئی۔ یہ اصل میں مشتق ہے قر سے، جس کا معنٰی سردی ہے اور وہ سکون کا تقاضا کرتی ہے جبکہ گرمی حرکت کی مقتضی ہے (ت)

قاموس میں ہے :

قر بالمکان ثبت وسکن کاستقر[4]

قر بالمکان کا معنٰی ٹھہرنا اور ساکن ہونا جیسا کہ استقر کا معنٰی بھی یہی ہے (ت)

دیکھو زوال انزعاج ہے، اور انزعاج قلق اور قلق مقابل قرار اور قرار سکون ہو تو زوال مقابل سکون ہے اور مقابل سکون نہیں مگر حرکت تو ہر حرکت زوال ہے۔ قرآن عظیم آسمان وزمین کے زوال سے انکار فرماتا ہے، لاجرم اُن کی ہر گونہ حرکت کی نفی فرماتا ہے۔

(د) صراح میں ہے :

زائلہ جنبیدہ و روندہ و آئندہ[5]

زائلہ کا معنٰی جنبش کرنیوالا، جانیوالا اور آنیوالا ہے۔ (ت)

---

[1] لسان العرب تحت لفظ "زعج" دار صادر بیروت ۲/ ۲۸۸

[2] تاج العروس فصل القاف تحت لفظ "القلق" داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۵۸

[3] المفردات فی غرائب القرآن القاف مع الراء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۴۰۶

[4] القاموس المحیط فصل القاف باب الراء مصطفٰے البابی مصر ۲/ ۱۱۹

[5] صراح فصل الزاء باب اللام نولکشور لکھنؤ ص ۴۴۳

زمین اگر محور پر حرکت کرتی جنبیدہ ہوتی اور مدار پر تو آئندہ و روندہ بھی بہر حال زائلہ ہوتی اور قرآن عظیم اُس کے زوال کو باطل فرماتا ہے، لاجرم اس سے ہر نوع حرکت زائل۔

(۲) کریمۂ وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال[1] اُن کا مکر اتنا نہیں جس سے پہاڑ جگہ سے ٹل جائیں، یا اگرچہ اُن کا مکر ایسا بڑا ہو کہ جس سے پہاڑ ٹل جائیں، یہ قطعاً ہماری ہی مؤید اور ہر گونہ حرکتِ جبال کی نفی ہے۔

(أ) ہر عاقل بلکہ غبی تک جانتا ہے کہ پہاڑ ثابت ساکن و مستقر ایک جگہ جمے ہوئے ہیں جن کو اصلاً جنبش نہیں۔ تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے؛

ثبوت الجبل یعرفہ الغبی والذکی۔[2] پہاڑ کے ثبوت وقرار کو کُند ذہن اور تیز ذہن والا دونوں جانتے ہیں۔ (ت)

قرآن عظیم میں ان کو سرے سے ہی فرمایا، سراسی ایک جگہ جا ہُوا پہاڑ، اگر ایک اُنگل بھی سرک جائیگا قطعاً زال الجبل صادق آئے گا نہ یہ کہ تمام دُنیا میں لُڑھکتا پھرے۔ اور زال الجبل نہ کہا جائے ثبات و قرار ثابت رہے کہ ابھی دنیا سے آخرت کی طرف گیا ہی نہیں زوال کیسے ہوگیا۔ اپنی منقولہ عبارتِ جلالین دیکھئے پہاڑ کے اسی ثبات واستقرار پر شرائع اسلام کو اُس سے تشبیہ دی ہے جن کا ذرہ بھر ہلانا ممکن نہیں۔

(ب) اسی عبارتِ جلالین کا آخر دیکھئے کہ تفسیر دوم پر یہ آیت آیت وتخر الجبال ھدّاً کے مناسب ہے یعنی اُن کی ملعون بات ایسی سخت ہے جس سے قریب تھا کہ پہاڑ ڈھہ کر گر پڑتے۔ یوں ہی معالم التنزیل میں ہے؛

وھو معنی قولہ تعالٰی وتخر الجبال ھدّاً۔[3] اور یہی معنی ہے اللہ تعالٰی کے اس قول کا "اور پہاڑ ڈھہ کر گر پڑتے۔ (ت)

یہ مضمون ابو عبید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا نیز جویبر ضحاک سے راوی ہوئے: کقولہ تعالٰی وتخر الجبال ھدّاً[4] (جیسا کہ اللہ تعالٰی کا قول

---

[1] القرآن الکریم ۱۴/ ۴۶

[2] عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی حاشیۃ الشہاب تحت آیۃ ۱۴/ ۴۶ دار صادر بیروت ۵/ ۲۷۷

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت آیت ۱۹/ ۹۰ دار الکتب العلمیہ ۳/ ۳۲

[4] جامع البیان عن الضحاک (تفسیر ابن جریر) ۱۴/ ۱۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳/ ۲۹۰

"اور وہ پہاڑ گر جائیں گے ڈھہ کر"۔ ت) اسی طرح قتادہ شاگرد انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، ظاہر ہے کہ ڈھہ کر گرنا اُس جنگل سے بھی اُسے نہ نکال دے گا جس میں تھا نہ کہ دنیا سے۔ ہاں جما ہوا ساکن مستقر نہ رہے گا تو اُسی کو زوال سے تعبیر فرمایا اور اسی کی نفی زمین سے فرمائی تو وہ ضرور جمی ہوئی ساکن مستقر ہے۔

(ج) رب عزوجل نے سیدنا موسٰی علٰی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا:

لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی[1] تم ہرگز مجھے نہ دیکھو گے ہاں پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہے تو عنقریب تم مجھے دیکھ لوگے۔

پھر فرمایا:

فلما تجلّٰی ربہ للجبل جعلہ دکا وخرّ موسٰی صعقا۔[2] جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی اسے ٹکڑے کردیا اور موسٰی غش کھا کر گرے۔

کیا ٹکڑے ہو کر دنیا سے نکل گیا یا ایشیا یا اُس ملک سے۔ اس معنی پر تو ہرگز جگہ سے نہ ٹلا، ہاں وہ خاص محل جس میں جما ہوا تھا وہاں نہ جما رہا، تو معلوم ہوا اسی قدر عدمِ استقرار کو کافی ہے۔ اور اوپر گزرا کہ عدمِ استقرار عین زوال ہے زمین بھی جہاں جمی ہوئی ہے وہاں سے سرکے، تو بیشک زائلہ ہوگی اگرچہ دنیا یا مدار سے باہر نہ جائے۔

(د) اس آیہ کریمہ کے نیچے تفسیر ارشاد العقل السلیم میں ہے:

وان کان مکرھم فی غایۃ المتانۃ والشدۃ معدا لازالۃ الجبال عن مقارھا۔[3] اگرچہ ان کا مکر مضبوطی اور سختی کی زیادتی کے سبب سے پہاڑوں کو اپنی جگہوں سے ہٹانے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ (ت)

نیشاپوری میں ہے: ازالۃ الجبال عن اماکنھا[4] (پہاڑوں کو ان کی جگہوں سے ہٹانا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۳

[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۳

[3] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت آیت ۱۴/ ۴۶ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۵۸

[4] غرائب القرآن ورغائب الفرقان تحت آیۃ ۱۴/ ۴۶ مصطفی البابی مصر ۱۳/ ۱۴۲

14
14

خازن میں ہے: تزول عن اماکنہا[1] (پہاڑ اپنی جگہوں سے ہٹ جائیں۔ ت)، کشاف میں ہے: تنقلع عن اماکنہا[2] (پہاڑ اپنی جگہوں سے اکھڑ جائیں۔ ت)، مدارک میں ہے: تنقطع عن اماکنہا[3] (پہاڑ اپنی جگہوں سے جُدا ہوجائیں۔ ت)، اسی کے مثل آپ نے کمالین سے نقل کیا یہاں بھی مکان ومقر سے قطعاً وہی قرار ہے جو کریمہ فان استقر مکانہ[4] میں تھا ارشاد کا ارشاد مقارھا جابجائے قرار اور کشاف کا لفظ تنقلع خاص قابلِ لحاظ ہے کہ اُکھڑ جانے ہی کو زوال بتایا۔

(۵) سعید بن منصور اپنے سُنن اور ابن ابی حاتم تفسیر میں حضرت ابو مالک غزوان غفاری کوفی اُستاذ امام سُدی کبیر وتلمیذ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال قال تحرکت[5]

اگرچہ ان کا مکر اس حد تک تھا کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا اس کا معنٰی یہ ہے کہ حرکت کریں۔ (ت)

اُنھوں نے صاف تصریح کردی کہ زوالِ جبال اُن کا حرکت کرنا جنبش کھانا ہے۔ اسی کی زمین سے نفی ہے وللہ الحمد۔

(۶) اُوپر گزرا کہ زوال مقابل قرار وثبات ہے اور قرار وثبات حقیقی سکون مطلق ہے دربارۂ قرار عبارتِ امام راغب گزری۔ اور قاموس میں ہے:

المثبت کمکرم من لاحراك بہ من المرض وبکسر الباء الذی ثقل فلم یبرح الفراش وداء ثبات بالضم معجز عن الحرکۃ۔[6]

مثبَت بروزن مکرَم وہ شخص ہے جس میں بیماری کی وجہ سے حرکت نہ ہو اور اگر مثبِت یعنی باء کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنٰی ہوگا وہ شخص جس کی بیماری بڑھ گئی اور وہ صاحبِ فراش ہوگیا۔ اور داء کا معنٰی ثُبات ہُوا ثاء پر ضمہ کے ساتھ، یعنی حرکت سے عاجز کردینے والا مرض۔ (ت)

---

[1] لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر خازن) تحت آیۃ ۱۴/ ۴۶ مصطفی البابی مصر ۴/ ۵۳

[2] الکشاف تحت آیۃ ۱۴/ ۴۶ مکتب الاعلام الاسلامی قم ایران ۲/ ۵۶۶

[3] مدارک التنزیل (تفسیر نسفی) " دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۲۶۶

[4] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۳

[5] تفسیر القرآن العظیم (ابن ابی حاتم) تحت آیۃ ۱۴/ ۴۶ مکتبہ نزار مصطفی الباز ۷/ ۲۲۵۲

[6] القاموس المحیط فصل الثاء والثاء باب التاء مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۵۰

مگر توسّعاً قرار و ثبات ایک حالت پر بقا کو کہتے ہیں اگرچہ اس میں سکون مطلق نہ ہو تو اس کا مقابل زوال اُسی حالت سے انفصال ہوگا۔ یونہی مقر و مستقر و مکان ہر جسم کے لئے حقیقۃً وہ سطح یا بُعد مجرد یا موہوم ہے جو جمیع جوانب سے اس جسم کو حاوی اور اس سے ملاصق ہے۔ یعنی علمائے اسلام کے نزدیک وہ فضائے متصل جسے یہ جسم بھرے ہوئے ہے ظاہر ہے کہ وہ دبنے سرکنے سے بدل گئی لہذا اُس حرکت کو حرکت اینیہ کہتے ہیں یعنی جس سے دمبدم این کہ مکان وجائے کا نام ہے بدلتا ہے یہی جسم کا مکان خاص ہے اور اسی میں قرار و ثبات حقیقی ہے اس کے لئے یہ بھی ضرور کہ وضع بھی نہ بدلے، کُرہ کہ اپنی جگہ قائم رہ کر اپنے محور پر گھومے مکان نہیں بدلتا مگر اُسے قار و ثابت و ساکن نہ کہیں گے بلکہ زائل و حائل و متحرک۔ پھر اسی توسّع کے طور پر بیت بلکہ دار بلکہ محلّے بلکہ شہر بلکہ کثیر ملکوں کے حاوی حصہ زمین مثل ایشیا بلکہ ساری زمین بلکہ تمام دنیا کو مقر و مستقر و مکان کہتے ہیں، قال تعالٰی،

ولکم فیھا مستقر و متاع الٰی حین[1] اور تمھیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے (ت)

اور اس سے جب تک جُدائی نہ ہو اُسے قرار و قیام بلکہ سکون سے تعبیر کرتے ہیں اگرچہ ہزاروں حرکات پر مشتمل ہو لہذا کہیں گے کہ موتی بازار بلکہ لاہور بلکہ پنجاب بلکہ ہندوستان بلکہ ایشیا بلکہ زمین ہمارے مجاہد کبیر کا مسکن ہے وہ ان میں سکونت رکھتے ہیں وہ ان کے ساکن ہیں حالانکہ ہر عاقل جانتا ہے کہ سکون و حرکت متباین مگر یہ معنٰی مجازی ہیں لہذا جائے اعتراض نہیں۔ لاجرم محلِ نفی میں ان کا مقابل زوال بھی انھیں کی طرح مجازی و توسّع ہے اور وہ نہ ہوگا جب تک اُن سے انتقال نہ ہو، کفار کی وہ قسم کہ مالنا من زوال اسی معنٰی پر تھی یہ قسم نہ کھاتے تھے کہ ہم ساکن مطلق ہیں چلتے پھرتے نہیں، نہ یہ کہ ہم ایک شہر یا ملک کے پابند ہیں اس سے منتقل نہیں ہوسکتے بلکہ دنیا کی نسبت قسم کھاتے تھے کہ ہمیں یہاں سے آخرت میں جانا نہیں ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت و نحیا و ما نحن بمبعوثین[2] (وہ تو نہیں مگر ہماری دنیا کی زندگی کہ ہم مرتے جیتے ہیں اور ہمیں اُٹھنا نہیں۔ ت) مولٰی تعالٰی فرماتا ہے:

واقسموا باللّٰہ جھد ایمانھم لایبعث اللّٰہ من یموت[3] اور انھوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں حد کی کوشش کی کہ اللہ تعالٰی مُردے نہ اٹھائے گا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۳۶
[2] القرآن الکریم ۲۳/ ۳۷
[3] ؍؍ ؍؍ ۱۶/ ۳۸

لاجرم تیسری آیۂ کریمہ میں زوال سے مراد دنیا سے آخرت میں جانا ہو، نہ یہ کہ دنیا میں اُن کا چلنا پھرنا زوال نہیں قطعاً حقیقی زوال ہے جس کی سندیں اوپر سُن چکے اور عظیم شافی بیان آگے آتا ہے مگر یہاں اُس کا ذکر ہے جس کی وہ قسم کھاتے تھے اور وہ نہ تھا مگر دنیا سے انتقال معنی مجازی کے لئے قرینہ درکار ہوتا ہے یہاں قرینہ اُن کے یہی اقوال بعینہٖ ہیں بلکہ خود اسی آیت صدر میں قرینہ صریحہ مقالیہ موجود کہ روزِ قیامت ہی کے سوال وجواب کا ذکر ہے فرماتا ہے :

وانذر الناس یوم یأتیھم العذاب فیقول الذین ظلموا ربنا اخرنا الی اجل قریب نجب دعوتك ونتبع الرسل اولم تکونوا اقسمتم من قبل مالکم من زوال[1]

اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب اُن پر عذاب آئے گا، تو ظالم کہیں گے اے ہمارے رب تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیرا بلانا مانیں اور رسولوں کی غلامی کریں۔ تو کیا تم پہلے قسم نہ کھا چکے تھے کہ ہمیں دُنیا سے ہٹ کر کہیں جانا نہیں (ت)

لیکن کریمۂ ان اللہ یمسك السمٰوٰت والارض ان تزولا[2] (بے شک اللہ تعالٰی آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں جنبش نہ کریں۔ ت) میں کوئی قرینہ نہیں تو معنی مجازی لینا کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا بلکہ قطعاً زوال اپنے معنی حقیقی پر رہے گا یعنی قرار وثبات وسکون حقیقی کا چھوڑنا، اُس کی نفی ہے تو ضرور سکون کا اثبات ہے ایک جگہ معنی مجازی میں استعمال دیکھ کر دوسری جگہ بلا قرینہ مجاز مراد لینا ہرگز حلال نہیں۔

(۴) نہیں نہیں بلا قرینہ نہیں بلکہ خلافِ قرینہ۔ یہ اور سخت تر ہے کہ کلام اللہ میں پوری تحریف معنوی کا پہلو دے گا رب عزوجل نے یمسك فرمایا ہے اور امساك روکنا، تھامنا، بند کرنا ہے۔ ولہذا جو زمین کے پانی کو بہنے نہ دے روک رکھے اسے مسك اور مساك کہتے ہیں انہار و ابحار کو نہیں کہتے حالانکہ اُن میں بھی پانی کی حرکت وہیں تک ہوگی جہاں تک احسن الخالقین جل وعلا نے اُس کا امکان دیا ہے، قاموس میں ہے :

امسکه حبسه المسك محرکة الموضع یمسك الماء کالمساك کسحاب[3]

امسکه کا معنی ہے اسکو روکا، المَسَك (س پر حرکت کے ساتھ) اُس جگہ کو کہتے ہیں جو پانی کو روکے، جیسے مساک بروزن سحاب۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۴/۴۴ [2] القرآن الکریم ۳۵/۴۱

[3] القاموس المحیط فصل المیم باب الکاف مصطفٰے البابی مصر ۳/۳۲۹

یُوں تو دُنیا بھر میں کوئی حرکت کبھی بھی زوال نہ ہو کہ جہاں تک احسن الخالقین تعالیٰ نے امکان دیا ہے اُس سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

(۵) اگر ان معنی کو مجازی نہ لیجئے بلکہ کہئے کہ زوال عام ہے مکان و مستقر حقیقی خاص سے سرکنا اور موقع عام اور موطن اعم اور اعم از اعم سے جُدا ہونا سب اُس کے فرد ہیں تو ہر ایک پر اس کا اطلاق حقیقت ہے جیسے زید و عمرو و بکر وغیرہم کسی فرد کو انسان کہنا تو اب بھی قرآن کریم کا مفاد زمین کا وہی سکون مطلق ہوگا نہ کہ اپنے مدار سے باہر نہ جانا۔ تزولا فعل ہے اور محل نفی میں وارد ہے اور علم اصول میں مصرح ہے کہ فعل قوۃ نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہوتا ہے، تو معنی آیت یہ ہوئے کہ آسمان و زمین کو کسی قسم کا زوال نہیں نہ موقع عام سے نہ مستقر حقیقی خاص سے، اور یہی سکون حقیقی ہے وللہ الحمد۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے مجاہد کبیر کو اپنی عبارت میں ہر جگہ قید بڑھانی پڑی زمین کا اپنے اماکن سے زائل ہوجانا اس کا زوال ہوگا۔ زائل ہوجانا قطعاً مطلقاً زوال ہے، "زائل ہوجانا" زوال کا ترجمہ ہی تو ہے مکانِ خاص سے ہو خواہ اماکن سے، مگر اوّل کے اخراج کو اس قید کی حاجت ہوتی یونہی فرمایا زمین کا زوال اس کے اماکن سے، پھر فرمایا: جن اماکن میں اللہ تعالےٰ نے اُس کو امساک کیا ہے اس سے باہر سرک نہیں سکتی۔ پھر فرمایا: اپنے مدار میں امساک کردہ شدہ ہے اس سے زائل نہیں ہوسکتی۔ اور نفی کی جگہ فرمایا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہیں فرمایا۔ یہاں جمع اماکن کا ظاہر کردیا مگر رب عزوجل نے تو اُن میں سے کوئی قید نہ لگائی مطلق یمسک فرمایا ہے اور مطلق ان تزولا۔ اللہ آسمان و زمین ہر ایک کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائے، یہ نہ فرمایا کہ اس کے مدار میں روکے ہوئے ہے، یہ نہ فرمایا کہ ہر ایک کے لئے اماکن عدیدہ ہیں اُن اماکن سے باہر نہ جانے پائے، تو اُس کا بڑھانا کلام الٰہی میں اپنی طرف سے پیوند لگانا ہوگا از پیش خویش قرآن عظیم کے مطلق کو مقید، عام کو مخصص بنانا ہوگا۔ اور یہ ہرگز روا نہیں۔ اہل سنّت کا عقیدہ ہے جو اُن کی کتب عقائد میں مصرح ہے کہ النصوص تحمل علٰی ظواھرھا[1] (نصوص اپنے ظاہر پر محمول ہوتی ہیں۔ ت) بلکہ تمام ضلالتوں کا بڑا پھاٹک یہی ہے کہ لطورِ خود نصوص کو ظاہر سے پھیریں مطلق کو مقید عام کو مخصص کریں، مالکم من زوال[2] (تمہارے لئے زوال نہیں۔ ت) کی تخصیص واضح ہے ان تزولا

---

[1] شرح عقائد نسفیہ دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۱۱۹

[2] القرآن الکریم ۱۴/ ۴۴

کو بھی مخصص کرلینا اس کی نظیر یہی ہے کہ ان اللہ علٰی کل شیئ قدیر[1] (بیشک اللہ تعالٰی ہر چیز پر قادر ہے۔ ت) کی تخصیص دیکھ کر ان اللہ بکل شیئ علیم[2] (بیشک اللہ تعالٰی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ ت) کو بھی مخصص مان لیں کہ جس طرح وہاں ذات وصفات ومحالات زیر قدرت نہیں یوں ہی معاملہ صاف ہوگیا کہ ذات وصفات ومحالات کا معاذ اللہ علم بھی نہیں۔ زیادہ تشفی بحمدہ تعالٰی نمبر ۸ میں آتی ہے جس سے واضح ہوجائے گا کہ اللہ ورسول وصحابہ ومسلمین کے کلام میں یہاں یعنی خاص محل نزاع میں زوال سے مطلقًا ایک جگہ سے سرکنا مراد ہوا ہے اگرچہ اماکن معینہ سے باہر نہ جائے یا زوال کفار کی طرح دنیا خواہ مدار چھوڑ کر الگ بھاگ جانا، فانتظر (چنانچہ انتظار کر۔ ت)

(۶) لاجرم وہ جنھوں نے خود صاحبِ قرآن صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے قرآن کریم پڑھا، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کے معانی سیکھے انھوں نے آیۂ کریمہ کو ہرگونہ زوال کی نافی اور سکون مطلق حقیقی کی مثبت بتایا۔ سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر نے حضرت شقیق ابن سلمہ سے کہ زمانۂ رسالت پائے ہوئے تھے روایت کی اور یہ حدیث ابن جریر بسند صحیح برجال صحیحین بخاری ومسلم ہے:

حدثنا ابن بشار ثنا عبد الرحمٰن ثنا سفیٰن عن الاعمش عن ابی وائل قال جاء رجل الی عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فقال من این جئت؟ قال من الشام۔ فقال من لقیت؟ قال لقیت کعبًا۔ فقال ما حدثك كعب؟ قال حدثنی ان السمٰوٰت تدور علٰی منکب ملك۔ قال فصدقته او کذبته؟

ہمیں ابن بشار نے حدیث بیان کی کہ ہم کو عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی کہ ہم کو اعمش نے بحوالہ ابووائل حدیث بیان کی، ابووائل نے کہا کہ ایک صاحب حضرت سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور حاضر ہوئے، فرمایا: کہاں سے آئے؟ عرض کی: شام سے۔ فرمایا: وہاں کس سے ملے؟ عرض کی: کعب سے۔ فرمایا: کعب نے تم سے کیا بات کی؟ عرض کی: یہ کہا کہ آسمان ایک فرشتے کے شانے پر گھومتے ہیں۔ فرمایا: تم نے اس میں کعب کی تصدیق کی یا تکذیب؟

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰

[2] ؎ ؎ ؎ ۸/ ۷۵

قال ماصدقته ولاکذبته۔ قال لوددت انك افتدیت من رحلتك الیه براحلتك ورحلها وکذب کعب ان اللہ یقول ان اللہ یمسك السمٰوٰت والارض ان تزولا ۵ ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہٖ۱؎، زاد غیر ابن جریر وکفٰی بھا زوالا ان تدورا۲؎۔

عرض کی: کچھ نہیں (یعنی جس طرح حکم ہے کہ جب تک اپنی کتاب کریم کا حکم نہ معلوم ہو اہل کتاب کی باتوں کو نہ سچ جانو نہ جھوٹ) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کاش! تم اپنا اُونٹ اور اس کا کجاوہ سب اپنے اس سفر سے چھٹکارے کو دے دیتے کعب نے جھوٹ کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بیشک اللہ آسمانوں اور زمینوں کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وُہ ہٹیں تو اللہ کے سوا انھیں کون تھامے۔ ابن جریر کے غیر نے یہ اضافہ کیا کہ گھُومنا اُن کے سرک جانے کو بہت ہے۔

نیز محمد طبری نے بسندِ صحیح براصولِ حنفیہ برجالِ بخاری ومسلم حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ کے استاذ الاستاذ امام اجل ابراہیم نخعی سے روایت کی:

حدثنا جریرعن مغیرۃ عن ابراھیم قال ذھب جُندب البجلی الٰی کعب الاحبار فقدم علیه ثم رجع، فقال له عبد اللہ حدثنا ماحدثك، فقال حدثنی ان السماء فی قطب کقطب الرحا والقطب عمود علٰی منکب ملك، قال عبد اللہ لوددت انك افتدیت رحلتك بمثل راحلتك، ثم قال ماتنکت الیھودیة فی قلب عبد فکادت

ہمیں جریر نے بحوالہ مغیرہ ابراہیم سے حدیث بیان کی کہ ابراہیم نے کہا کہ جُندب بجلی کعب احبار کے پاس جاکر واپس آئے، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہو کعب نے تم سے کیا کہا؟ عرض کی: یہ کہا کہ آسمان چکّی کی طرح ایک کیلی میں ہے اور کیلی ایک فرشتے کے کاندھے پر ہے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: مجھے تمنا ہوئی کہ تم اپنے ناقہ کے برابر مال دے کر اس سفر سے چھُوٹ گئے ہوتے، یہودیت کی خراش جس دل میں لگتی ہے پھر مشکل ہی سے چھُوٹتی ہے، اللہ

۱؎ جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۳۵/۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲/۱۶۷

۲؎ الدرالمنثور " " " " " " " ۷/۳۲

تفارقہ ثم قال ان اللہ یمسک السمٰوٰت و الارض ان تزولا۔ کفٰی بھا زوالا ان تدورا۔[1]

تو فرما رہا ہے بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ نہ سرکیں، ان کے سرکنے کو گھومنا ہی کافی ہے۔

عبد بن حمید نے قتادہ شاگرد حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

ان کعبًا کان یقول ان السماء تدور علٰی نصب مثل نصب الرحا فقال حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنھما کذب کعب ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا۔[2]

کعب کہا کرتے کہ آسمان ایک کیلی پر دورہ کرتا ہے جیسے چکّی کی کیلی۔ اس پر حذیفۃ الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: کعب نے جھوٹ کہا۔ بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ جنبش نہ کریں۔

دیکھو ان اجلّۂ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے مطلق حرکت کو زوال مانا اور اس پر انکار فرمایا اور قائل کی تکذیب کی اور اسے بقایائے خیالاتِ یہودیت سے بتایا، کیا وہ اتنا نہ سمجھ سکتے تھے کہ ہم کعب کی ناحق تکذیب کیوں فرمائیں آیت میں تو زوال کی نفی فرمائی ہے اور اُن کا یہ پھرنا چلنا اپنے اماکن میں ہے جہاں تک احسن الخالقین تعالٰی نے اُن کو حرکت کا امکان دیا ہے وہاں تک اُن کا حرکت کرنا اُن کا زوال نہ ہوگا، مگر اُن کا ذہن مبارک اس معنی باطل کی طرف نہ گیا نہ جا سکتا تھا بلکہ اُس کے ابطال ہی کی طرف گیا اور جانا ضرور تھا کہ اللہ تعالٰی نے مطلقًا زوال کی نفی فرمائی ہے نہ کہ خاص زوال عن المدار کی تو اُنھوں نے روا نہ رکھا کہ کلامِ الٰہی میں اپنی طرف سے یہ پیوند لگالیں۔ لاجرم اُس پر رد فرمایا اور اس قدر شدید و اشد فرمایا وللہ الحمد۔

تنبیہ: کعب احبار تابعین اخیار سے ہیں خلافتِ فاروقی میں یہودی سے مسلمان ہوئے کُتب سابقہ کے عالم تھے۔ اہلِ کتاب کی احادیث اکثر بیان کرتے انھیں میں سے یہ خیال تھا جس کی تغلیط ان اکابر صحابہ نے قرآن عظیم سے فرما دی تو کَذَبَ کَعْبٌ کے یہ معنٰی ہیں کہ کعب نے غلط کہا نہ کہ معاذ اللہ قصدًا جھوٹ کہا۔ کَذَبَ بمعنی اَخْطَأَ محاورۂ حجاز ہے اور خراشِ یہودیت بشکل چھوٹنے سے یہ مراد کہ اُن کے دل میں علمِ یہود بھرا ہوا تھا وہ تین قسم ہے باطل صریح و حق صحیح

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۳۵/۴۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۲/۱۷۰-۱۷۱

[2] الدر المنثور فی التفسیر الماثور 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۷/۳۲

اور مشکوک کہ جب تک اپنی شریعت سے اس کا حال نہ معلوم ہو حکم ہے کہ اس کی تصدیق نہ کرو ممکن کہ اُن کی تحریفات یا خرافات سے ہو، نہ تکذیب کرو ممکن کہ توریت یا تعلیمات سے ہو اسلام لاکر قسم اول کا حرف حرف قطعاً اُن کے دل سے نکل گیا، قسم دوم کا علم اور مستقل ہوگیا، یہ مسئلہ قسم سوم بقایائے علم یہود سے تھا جس کے بطلان پر آگاہ نہ ہوکر انھوں نے بیان کیا اور صحابہ کرام نے قرآن عظیم سے اس کا بطلان ظاہر فرمادیا یعنی یہ نہ توریت سے ہے نہ تعلیمات سے بلکہ اُن خبیثوں کی خرافات سے۔ تابعین صحابہ کرام کے تابع و خادم ہیں مخدوم اپنے خدام کو ایسے الفاظ سے تعبیر کرسکتے ہیں اور مطلب یہ ہے جو ہم نے واضح کیا وللہ الحمد۔

(۷) اس ساری تحریر میں مجھے آپ سے اس فقرے کا زیادہ تعجب ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا خاموشی فرمائی، اسے آپ نے اپنی مشکل کا حل تصور کیا، کعب احبار نے آسمان ہی کا گھومنا بیان کیا تھا اور یہود اسی قدر کے قائل تھے زمین کو وہ بھی ساکن مانتے تھے بلکہ ۱۵۲۰ء سے پہلے (جس میں کوپرنیکس نے حرکت زمین کی بدعت ضالہ کو دو ہزار برس سے مُردہ پڑی تھی جِلایا) نصارٰی بھی سکونِ ارض ہی کے قائل تھے، اسی قدر یعنی صرف دورہ آسمان کا ان حضرات عالیات کے حضور تذکرہ ہوا اس کی تکذیب فرمادی، دورہ زمین کہا کس نے تھا کہ اس کا رَد فرماتے، اگر کوئی صرف زمین کا دَورہ کہتا صحابہ اسی آیہ کریمہ سے اُس کی تکذیب کرتے، اور اگر کوئی آسمان و زمین دونوں کا دورہ بتاتا صحابہ اسی آیت سے دونوں کا ابطال فرماتے۔ جواب بقدر سوال دیکھ لیا یہ نہ دیکھا کہ جس آیت سے وہ سند لائے اس میں آسمان و زمین دونوں کا ذکر ہے یا صرف آسمان کا، آیہ پڑھیے صراحۃً دونوں ایک حالت پر مذکور ہیں دونوں پر ایک ہی حکم ہے، جب حسبِ ارشادِ صحابہ آیہ کریمہ مطلق حرکت کا انکار فرماتی ہے اور وُہ انکار آسمان و زمین دونوں کے لئے ایک نسق ایک لفظ ان تزولا میں ہے جس کی ضمیر دونوں کی طرف ہے تو قطعاً آیت نے زمین کی بھی ہرگونہ حرکت کو باطل فرمایا جس طرح آسمان کی۔ ایک شخص کے حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آفتاب کو اپنے لئے سجدہ کرتے نہ دیکھا تھا اس پر عالم فرمائے وہ جھوٹا ہے آیہ کریمہ میں ہے:

انی رأیت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رأیتھم لی ساجدین[1]

میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۴

اس کے بعد ایک دوسرا اُٹھے اور چاند کو ساجد دیکھنے سے منکر ہو اور کہے قربان جائیے۔ عالم نے سورج کے سجدہ کی تصریح فرمائی مگر چاند کے بارے میں ایسا نہ فرمایا خاموشی فرمائی اُسے کیا کہا جائیگا اب تو آپ نے خیال فرمالیا ہوگا کہ قائل حرکت ارض کو اجلہ صحابہ کرام بلکہ خود صاف ظاہر نصِ قرآن عظیم سے گریز کے سوا کوئی چارہ نہیں، اور یہ معاذ اللہ خسرانِ مبین ہے جس سے اللہ تعالٰی ہمیں اور آپ اور سب اہلسنت کو بچائے۔ آمین!

(۸) عجب کہ آپ نے آفتاب کا زوال نہ سُنا اسے تو میں نے آپ سے بالمشافہ کہہ دیا تھا۔

(ا) حدیثوں میں کتنی جگہ زالت الشمس (سورج ڈھل گیا۔ ت) ہے بلکہ قرآن عظیم میں ہے،

اقم الصلٰوۃ لدلوک الشمس[1] نماز قائم کرو سورج ڈھلتے وقت۔ (ت)

تفسیر ابنِ مردویہ میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لدلوک الشمس کی تفسیر میں فرمایا، لزوال الشمس[2]۔ ابن جریر نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا،

اتانی جبرئیل لدلوک الشمس حین زالت فصلی بی الظھر[3] میرے پاس جبرائیل آئے جب سُورج ڈھل گیا تو آپ نے میرے ساتھ نمازِ ظہر پڑھی۔

نیز ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی الظھر اذا زالت الشمس، ثم تلا اقم الصلٰوۃ لدلوک الشمس[4] رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔ پھر ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی کہ سورج ڈھلتے وقت نماز قائم کرو۔ (ت)

نیز مثل سعید ابن منصور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، دلوکہا زوالہا[5] (سورج کے دلوک کا معنی

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۸

[2] الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور (بحوالہ ابن مردویہ) تحت آیۃ ۱۷/ ۷۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۸۰

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۱۷/ ۷۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۱۵۸

[4] " " " " " " " " "

[5] الدرالمنثور بحوالہ سعید بن منصور وابن جریر تحت آیۃ ۱۷/ ۷۸ " " " ۵/ ۲۸۱

اس کا زوال ہے۔ ت)۔

بزار وابوالشیخ وابن مردویہ نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے : دلوك الشمس زوالها[1] (سورج کے دلوک کا معنی اس کا زوال ہے۔ ت)

عبدالرزاق نے مصنف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے :

دلوك الشمس اذا زالت عن بطن السماء[2]
سورج کا دلوک یہ ہے کہ جب وہ آسمان کے بطن سے ڈھل جائے (ت)

مجمع بحار الانوار میں ہے :

زاغت الشمس مالت و زالت عن اعلٰی درجات ارتفاعها[3]
زاغت الشمس کا معنٰی یہ ہے کہ وہ اپنی بلندی کے اعلٰی درجے سے ڈھل گیا۔ (ت)

فقہ میں وقتِ زوال ہر کتاب میں مذکور اور عوام تک کی زبانوں پر مشہور۔ کیا اس وقت آفتاب اپنے مدار سے باہر نکل جاتا ہے اور احسن الخالقین جل وعلا نے جہاں تک کی حرکت کا اسے امکان دیا ہے اُس سے آگے پاؤں پھیلاتا ہے؟ حاشا! مدار ہی میں رہتا ہے اور پھر زوال ہوگیا، یونہی زمین اگر دورہ کرتی ضرور اسے زوال ہوتا اگرچہ مدار سے نہ نکلتی، اس پر اگر یہ خیال جائے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ سرکنا تو آفتاب کو ہر وقت ہے پھر ہر وقت کو "زوال" کیوں نہیں کہتے، تو یہ محض جاہلانہ سوال ہوگا، وجہ تسمیہ مطرد نہیں ہوتی۔ کتب میں یہ مشہور حکایت ہے کہ مطرد ماننے والے سے پوچھا جرجیر یعنی چھینے کو کہ ایک قسم کا ناج ہے جرجیر کیوں کہتے ہیں، کہا لانہ یتجرجر علی الارض اس لئے کہ وہ زمین پر جنبش کرتا ہے، کہا تمہاری داڑھی کو جرجیر کیوں نہیں کہتے یہ بھی تو جنبش کرتی ہے۔ قارورے کو قارورہ کیوں کہتے ہیں، کہا لان الماء یقر فیها اس لئے کہ اس میں پانی ٹھہرتا ہے، کہا تمہارے پیٹ کو قارورہ کیوں نہیں کہتے اس میں بھی تو پانی ٹھہرتا ہے۔ یہاں تین ہی موضع ممتاز تھے افق شرقی وغربی و دائرہ نصف النہار، ان سے سرکنے کا نام طلوع وغروب رکھا کہ یہی انسب و وجہ تمایز تھا اور اس سے تجاوز کو زوال کہا اگرچہ جگہ سے زوال آفتاب کو بلاشبہہ ہر وقت ہے کریمہ والشمس تجری لمستقر لها میں

---

[1] الدر المنثور بحوالہ البزار وابی الشیخ وابن مردویہ تحت آیۃ ۱۷/ ۷۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۸۰

[2] المصنف لعبدالرزاق حدیث ۲۰۴۰ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۵۳۸

[3] مجمع بحار الانوار باب الزاء مع الیاء مکتبہ دارالایمان مدینہ منورہ ۲/ ۴۵۶

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قرأت ہے لا مستقر لہا یعنی سورج چلتا ہے کسی وقت اُسے قرار نہیں۔ اُوپر گزرا کہ قرار کا مقابل زوال ہے، جب کسی وقت قرار نہیں تو ہر وقت زوال ہے، اگرچہ تسمیہ میں ایک زوال معین کا نام زوال رکھا، غرض کلام اس میں ہے کہ احادیث مرفوعہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و آثار صحابہ کرام و اجماع اہل اسلام نے آفتاب کا اپنے مدار میں رہ کر ایک جگہ سے سرکنے کو زوال کہا اگر زمین متحرک ہوتی تو یقیناً ایک جگہ سے اُس کا سرکنا ہی زوال ہوتا اگرچہ مدار سے باہر نہ جاتی لیکن قرآن عظیم نے صاف ارشاد میں اُس کے زوال کا انکار فرمایا ہے تو قطعاً واجب کہ زمین اصلاً متحرک نہ ہو۔

(ب) بلکہ خود یہی زوال کہ قرآن و حدیث و فقہ و زبانِ جملہ مسلمین سب میں مذکور قائلانِ دورۂ زمین اسے زمین ہی کا زوال کہیں گے کہ وہ حرکتِ یومیہ اُسی کی جانب منسوب کرتے ہیں یعنی آفتاب یہ حرکت نہیں کرتا بلکہ زمین اپنے محور پر گھومتی ہے جب وُہ حصّہ جس پر ہم ہیں گھوم کر آفتاب سے آڑ میں ہوگیا رات ہوئی، جب گھوم کر آفتاب کے سامنے آیا کہتے ہیں آفتاب نے طلوع کیا، حالانکہ زمین یعنی اُس حصۂ ارض نے جانبِ شمس رُخ کیا جب اتنا گھوما کہ آفتاب ہمارے سروں کے محاذی ہوا یعنی ہمارا دائرۂ نصف النہار مرکزِ شمس کے مقابل آیا دوپہر ہوگیا جب زمین یہاں سے آگے بڑھی دوپہر ڈھل گیا کہتے ہیں آفتاب کو زوال ہوا حالانکہ زمین کو ہوا یہ اُن کا مذہب ہے اور صراحۃً قرآن عظیم کا مکذِّب و مکذَّب ہے۔ مسلمین تو مسلمین، بیروت وغیرہ کے سفہائے قائلانِ حرکتِ ارض بھی جن کی زبان عربی ہے اس وقت کو وقتِ زوال اور دھوپ گھڑی کو مِزْوَلہ کہتے ہیں یعنی زوال پہچاننے کا آلہ۔ اور اگر اُن سے کہئے کیا شمس زوال کرتا ہے؟ کہیں گے نہیں بلکہ زمین۔ حالانکہ وہ مدار سے باہر نہ گئی۔ تو آپ کی تاویل موافقین و مخالفین کسی کو بھی مقبول نہیں۔

(ج) اوروں سے کیا کام، آپ تو بفضلہٖ تعالٰی مسلمان ہیں، ابتدائے وقتِ ظہر زوال سے جانتے ہیں، کیا ہزار بار نہ کہا ہوگا کہ زوال کا وقت ہے، زوال ہونے کو ہے، زوال ہوگیا۔ کاہے سے زوال ہوا، دائرۂ نصف النہار سے۔ کس کا زوال ہوا آپ کے نزدیک زمین کا کہ اُسی کی حرکت محوری سے ہوا حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ زمین کو زوال نہیں، اب خود مان کر کہ زمین متحرک ہو تو روزانہ اپنے مدار کے اندر ہی رہ کر اُسے زوال ہوتا ہے دنیا سے، زوال کفار پیش کرنے کا کیا موقع رہا، انصاف شرط ہے، اور قرآن عظیم کے ارشاد پر ایمان لازم وباللہ التوفیق۔

(د) یہاں سے بحمدہٖ تعالٰی حضرت معلّم التحیات رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اُس ارشاد کی خوب

توضیح ہوگئی کہ صرف حرکتِ محوری زوال کو بس ہے۔

(۹) بحمداللہ تین آیتیں یہ گزریں؛

آیت ۱ : ان اللہ یمسک[۱]

آیت ۲ : ولئن زالتا[۲]

آیت ۳ : لدلوک الشمس[۳]

آیت ۴ : فلما افلت[۴] (پھر جب وہ ڈوب گیا۔ ت)

آیت ۵ : وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب[۵] — اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے (ت)

آیت ۶ : وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا[۶] — اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے۔ (ت)

آیت ۷ : حتّٰی اذا بلغ مطلع الشمس وجدھا تطلع علٰی قوم لم نجعل لھم من دونھا سترا[۷] — یہاں تک کہ سورج نکلنے کی جگہ پہنچا اُسے ایسی قوم پر نکلتا پایا جن کے لئے ہم نے سورج سے کوئی آڑ نہیں رکھی۔ (ت)

اور ان سب سے زائد **آیت ۸** :

وتری الشمس اذا طلعت تزٰور عن کھفھم ذات الیمین واذا غربت تقرضھم ذات الشمال وھم فی فجوۃ منہ ذٰلک من اٰیٰت اللہ[۸] — تو آفتاب کو دیکھے گا جب طلوع کرتا ہے ان کے غار سے دہنی طرف مائل ہوتا ہے اور جب ڈوبتا ہے اُن سے بائیں طرف کترا جاتا ہے حالانکہ وہ غار کے کھلے میدان میں ہیں، یہ قدرتِ الٰہی کی نشانیوں سے ہیں۔ (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۳۵/۴۱
[۲] القرآن الکریم ۳۵/۴۱
[۳] ” ” ۱۷/۷۸
[۴] ” ” ۶/۷۸
[۵] ” ” ۵۰/۳۹
[۶] ” ” ۲۰/۱۳۰
[۷] ” ” ۱۸/۹۰
[۸] ” ” ۱۸/۱۷

یونہی صدہا احادیث ارشاد سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم خصوصاً حدیث صحیح بخاری ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی ذر حین غربت الشمس اتدری این تذھب قلت اللہ ورسولہ اعلم قال فانھا تذھب حتی تسجد تحت العرش فتستأذن فیؤذن لھا ویوشك ان تسجد فلا یقبل منھا وتستأذن فلا یؤذن لھا یقال لھا ارجعی من حیث جئت فتطلع من مغربھا فذٰلك قولہ تعالٰی والشمس تجری لمستقرلھا ذٰلك تقدیر العزیز العلیم[1]

نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰے عنہ کو فرمایا جب کہ سورج غروب ہوچکا تھا کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ حضرت ابوذر کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: وہ جاتا ہے تاکہ عرش کے نیچے سجدہ کرے۔ چنانچہ وہ اجازت طلب کرتا ہے تو اسکو اجازت دے دی جاتی ہے قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے، وہ سجدہ اس کی طرف سے قبول نہ کیا جائے اور وہ اجازت طلب کرے تو اسکو سجدہ کرنے کی اجازت نہ دی جائے اور اسے کہا جائے کہ تو لوٹ جا جہاں سے آیا ہے، پھر وہ مغرب سے طلوع ہوگا۔ یہی معنی ہے اللہ تعالٰے کے ارشاد کا "اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے، یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔" (ت)

یونہی ہزارہا آثارِ صحابۂ عظام وتابعین کرام واجماعِ امت جن سب میں ذکر ہے کہ آفتاب طلوع وغروب کرتا ہے آفتاب کو وسطِ سماء سے زوال ہوتا ہے آفتاب کی طرح روشن دلائل ہیں کہ زمین ساکن محض ہے بدیہی ہے اور خود مخالفین کو تسلیم کہ طلوع وغروب و زوال نہیں مگر حرکتِ یومیہ سے تو جس کے یہ احوال ہیں حرکت یومیہ اسی کی حرکت ہے تو قرآن عظیم واحادیثِ متواترہ واجماعِ امت سے ثابت کہ حرکتِ یومیہ حرکتِ شمس ہے نہ کہ حرکتِ زمین، لیکن اگر زمین حرکتِ محوری کرتی تو حرکتِ یومیہ اسی کی حرکت ہوتی جیسا کہ مزعوم مخالفین ہے تو روشن ہوا کہ زعم سائنس باطل ومردود ہے۔ پھر شمس کی حرکتِ یومیہ جس سے طلوع وغروب وزوال ہے نہ ہوگی مگر یُوں کہ وہ گردِ زمین دورہ کرتا ہے، تو قرآن وحدیث واجماع سے ثابت ہوا کہ آفتاب حولِ ارض دائر ہے، لاجرم زمین مدارِ شمس کے جوف میں ہے،

---

[1] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ الشمس والقمر بحسبان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۴

تو ناممکن ہے کہ زمین گردِ شمس دَورہ کرے اور آفتاب مدارِ زمین کے جوف میں ہو تو بحمد اللہ تعالٰی آیاتِ متکاثرہ و احادیثِ متواترہ و اجماعِ امتِ طاہرہ سے واضح ہوا کہ زمین کی حرکت محوری و مداری دونوں باطل ہیں وللہ الحمد۔ زیادہ سے زیادہ مخالف یہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ غروب تو حقیقۃً شمس کے لئے ہے کہ وہ غیبت ہے اور آفتاب ہی اس حرکتِ زمین کے باعث نگاہ سے غائب ہوتا ہے اور زوال حقیقۃً زمین کے لئے ہے کہ یہ ہٹتی ہے نہ کہ آفتاب، اور طلوع حقیقۃً کسی کے لئے نہیں کہ طلوع صعود اور اُوپر چڑھنا ہے۔ حدیث میں ہے:

لکل حد مطلع[1] (ہر حد کے لئے چڑھنے کی جگہ ہے۔ ت)

نہایہ و درنثیر و مجمع البحار و قاموس میں ہے:

ای مصعد یصعد الیہ من معرفۃ علمہ[2] یعنی چڑھنے کی جگہ جس کی طرف وہ اپنی علمی معرفت کے ساتھ چڑھتا ہے۔ (ت)

نیز ثلاثہ اصول و تاج العروس میں ہے:

مطلع الجبل مصعدہ[3] (پہاڑ کا مطلع اس پر چڑھنے کی بلند جگہ ہے۔ ت)

حدیث میں ہے، طلع المنبر[4] (منبر پر چڑھا۔ ت)۔ مجمع البحار میں ہے، ای علاہ[5] (یعنی اس کے اُوپر چڑھا۔ ت)

ظاہر ہے کہ زمین آفتاب پر نہیں چڑھتی، اور مخالف کے نزدیک آفتاب بھی اس وقت زمین پر نہ چڑھا کہ طلوع اس کی حرکت سے نہیں، لاجرم طلوع سرے سے باطل محض ہے مگر مکان زمین کو حرکت زمین محسوس نہیں ہوتی، انھیں وہم گزرتا ہے کہ آفتاب چلتا، چڑھتا، ڈھلتا ہے لہذا طلوع و زوالِ شمس کہتے ہیں، یہ کوئی کافر کہہ سکے مسلمان کیونکر روا رکھ سکے کہ جاہلانہ وہم جو لوگوں کو گزرتا ہے قرآنِ عظیم بھی معاذ اللہ اُسی وہم پر چلا ہے اور واقع کے خلاف طلوع و زوال کو آفتاب کی طرف نسبت فرمادیا ہے

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب تلاوۃ القرآن الباب الرابع دار الفکر بیروت ۴/ ۵۲۷

[2] القاموس المحیط باب العین فصل الطاء مصطفی البابی مصر ۳/ ۶۱

[3] تاج العروس شرح القاموس " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۴۲

[4] مجمع بحار الانوار باب الطاء مع اللام مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ ۳/ ۴۵۹

[5] " " " " " " " " " " "

والعیاذ باللہ تعالٰی، لاجرم مسلمان پر فرض ہے کہ حرکتِ شمس و سکونِ زمین پر ایمان لائے واللہ الہادی۔

(۱۰) سورۂ طٰہٰ و سورۂ زخرف دو جگہ ارشاد ہوا ہے:

الذی جعل لکم الارض مھدا[1] وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا کیا (ت)

دونوں جگہ صرف کوفیوں مثل امام عاصم نے جن کی قراءت ہند میں رائج ہے مَھْدًا پڑھا باقی تمام ائمہ قراءت نے مِھٰدًا بزیادتِ الف۔ دونوں کے معنی ہیں بچھونا، جیسے فرش و فراش یونہی مَھْد و مِھاد۔

(أ) پس قراءت عام ائمہ نے قراءت کوفی کی تفسیر فرمادی کہ مَھْد سے مراد فرش ہے ــــ مدارک شریف سورۂ طٰہٰ میں ہے:

(مھدا) کوفی وغیرھم مھادا وھما لغتان لما یبسط ویفرش[2]۔

(مَھْدًا) یہ کوفیوں کی قراءۃ ہے ان کے غیر مِھادًا پڑھتے ہیں، یہ دونوں لغتیں ہیں، اس کا معنٰی ہے وہ شے جس کو بچھایا جاتا ہے اور بچھونا بنایا جاتا ہے۔ (ت)

اُسی کی سورۂ زخرف میں ہے:

(مَھدًا) کوفی وغیرہ مھادًا ای موضع قرار[3]

(مَھْدًا) کوفی قراءۃ ہے اور اُن کے غیر کی قراءۃ مِھادًا ہے یعنی قرار کی جگہ۔ (ت)

معالم شریف میں ہے:

قرأ اھل الکوفۃ مَھْدًا ھھنا وفی الزخرف فیکون مصدرًا ای فرشا وقرأ الاٰخرون مھادا کقولہٖ تعالٰی الم نجعل الارض مھادا ای فراشا وھو اسم ما یفرش کالبساط[4]۔

اہلِ کوفہ نے یہاں اور سورۂ زخرف میں مَھْدًا پڑھا ہے یعنی فرش، اور دوسروں نے مِھادًا پڑھا ہے جیسے اللہ تعالٰی کا قول "کیا ہم نے زمین کو مہاد نہیں بنایا" یعنی فراش۔ وہ اس چیز کا نام ہے جسے بچھایا جاتا ہے جیسے بچھونا (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/۵۳ و ۴۳/۱۰

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ۲۰/۵۳ دار الکتاب العربی بیروت ۳/۵۵

[3] " " " " " " " ۴/۱۱۴

[4] معالم التنزیل (تفسیر بغوی) " " دار الکتاب العلمیہ بیروت ۳/۱۸۶

تفسیر ابن عباس میں دونوں جگہ ہے: (مھدًا) فراشًا[1] (یعنی بچھونا۔ ت)، نیز یہی مضمون قرآن عظیم کی بہت آیات میں ارشاد ہے، فرماتا ہے:

الم نجعل الارض مھادًا[2] کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا۔ (ت)

فرماتا ہے:

والارض فرشنٰھا فنعم الماھدون[3] اور زمین کو ہم نے فرش کیا تو ہم کیا ہی اچھا بچھانے والے ہیں (ت)

فرماتا ہے:

واللہ جعل لکم الارض بساطًا[4] اور اللہ نے تمھارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔ (ت)

فرماتا ہے:

الذی جعل لکم الارض فراشًا[5] جس نے تمھارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔ (ت)

اور قرآن کی بہتر تفسیر وُہ ہے کہ خود قرآن کریم فرمائے۔

(ب) بچّے ہی کا مَہد ہو تو وہ کیا اس کے بچھونے کو نہیں کہتے۔ جلالین سورۂ زخرف میں ہے:

(مھادًا) فراشًا کالمھد للصبی[6]۔ (مھادًا) بچھونا جیسے بچّے کے لئے گہوارہ۔ (ت)

لاجرم حضرت شیخ سعدی و شاہ ولی اللہ نے مھدًا کا ترجمہ طٰہٰ میں فرش اور زخرف میں بساط ہی کیا اور شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے دونوں جگہ بچھونا۔

(ج) گہوارہ ہی لو تو اس سے تشبیہ آرام میں ہوگی نہ کہ حرکت میں، ظاہر کہ زمین اگر بالفرضِ باطل جنبش بھی کرتی تو اس سے نہ ساکنوں کو نیند آتی ہے نہ گرمی کے وقت ہوا لاتی ہے تو گہوارہ سے اسے بحیثیت جنبش مشابہت نہیں۔ ہے تو بحیثیت آرام و راحت ہے۔ خود گہوارہ سے اصل مقصد یہی ہے نہ کہ ہلانا، تو وجہِ شُبہ وہی ہے نہ یہ۔ لاجرم اسی کو مفسرین نے اختیار کیا۔

(د) لطف یہ کہ علماء نے اس تشبیہِ مہد سے بھی زمین کا سکون ہی ثابت کیا بالکل نقیض اس کا جو آپ

---

[1] تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس تحت آیہ ۲۰/۵۳ و ۴۳/۱۰ مکتبہ سرحد مردان ص ۱۹۵، ۳۰۴

[2] القرآن الکریم ۷۸/۶

[3] القرآن الکریم ۵۱/۴۸

[4] ″ ″ ۷۱/۱۹

[5] ″ ″ ۲/۲۲

[6] تفسیر جلالین تحت آیت ۴۳/۱۰ مطبع مجتبائی دہلی نصف دوم ص ۴۰۴

چاہتے ہیں، تفسیر کبیر میں ہے:

کون الارض مھدا انما حصل لاجل کونھا واقفۃ ساکنۃ ولما کان المھد موضع الراحۃ للصبی جعل الارض مھدا لکثرۃ مافیھا من الراحات[1]

زمین کا گھوارہ ہونا اس کے ٹھہرنے اور ساکن ہونے کی وجہ سے حاصل ہوا، اور جب گھوارہ بچے کے لئے راحت کی جگہ ہے تو زمین کو اس لئے گھوارہ قرار دیا گیا کہ اس میں کئی طرح متعدد راحتیں موجود ہیں۔ (ت)

خازن میں ہے:

(جعل لکم الارض مھدا) معناہ واقفۃ ساکنۃ یمکن الانتفاع بھا ولما کان المھد موضع راحۃ الصبی فلذلک سمی الارض مھادا لکثرۃ مافیھا من الراحۃ للخلق[2]

(تمہارے لئے زمین کو گھوارہ بنایا) اس کا معنیٰ ہے کہ وہ ٹھہری ہوئی پُرسکون ہے جس سے نفع اٹھانا ممکن ہے۔ جبکہ گھوارہ بچے کے لئے راحت کی جگہ ہے تو اسی لئے زمین کا نام گھوارہ رکھا گیا کیونکہ اس میں مخلوق کے لئے کثیر راحتیں موجود ہیں۔ (ت)

خطیب شربینی پھر فتوحاتِ الٰہیہ میں زیرِ کریمۂ زخرف ہے:

ای لوشاء لجعلھا متحرکۃ فلا یمکن الانتفاع بھا فالانتفاع بھا انما حصل لکونھا مسطحۃ قارۃ ساکنۃ[3]

یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو زمین کو متحرک بناتا جس سے نفع حاصل کرنا ممکن نہ ہوتا۔ نفع تو اس سے اس صورت میں حاصل ہوا کہ وہ ہموار، قرار پکڑنے والی اور ساکن ہے۔ (ت)

اس ارشادِ علماء پر کہ "زمین متحرک ہوتی تو اس سے انتفاع نہ ہوتا" کاسہ لیسانِ فلسفہ جدیدہ کو اگر یہ شبہہ لگے کہ "اس کی حرکت محسوس نہیں" تو اُن سے کہئے یہ تمہاری ہوس خام ہے۔ "فوزمبین" دیکھئے ہم نے خود فلسفۂ جدیدہ کے مسلّماتِ عدیدہ سے ثابت کیا ہے کہ اگر زمین متحرک ہوتی جیسا وہ مانتے ہیں تو یقیناً اس کی

---

[1] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت آیۃ ۴۳/۱۰ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۲۷/۱۹۶

[2] لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) تحت آیت ۴۳/۱۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۱۰۶

[3] الفتوحات الالٰہیہ (جمل) " " " مصطفی البابی مصر ۴/۷۷

حرکت ہر وقت سخت زلزلہ اور شدید آندھیاں لاتی، انسان حیوان کوئی اس پر نہ بس سکتا۔ زبان سے ایک بات ہانک دینا آسان ہے مگر اس پر جو قاہر رد ہوں اُن کا اُٹھانا ہزار با نس پیرانا ہے۔

(۱۱) دیباچہ میں جو آپ نے دلائل حرکت زمین کتب انگریزی سے نقل فرمائے الحمدللہ ان میں کوئی نام کو تام نہیں سب پا در ہوا ہیں، زندگی بالخیر ہے تو آپ ان شاء اللہ تعالٰی ان سب کا رَدِّ بلیغ فقیر کی کتاب فوزِ مبین کی فصل چہارم میں دیکھیں گے بلکہ وہ آٹھ سطریں جو میں نے اول میں لکھ دی ہیں کہ یورپ والوں کو طرزِ استدلال اصلاً نہیں آتا انھیں اثباتِ دعوٰی کی تمیز نہیں، اُن کے اوہام جن کو بنامِ دلیل پیش کرتے ہیں یہ علتیں رکھتے ہیں، منصف ذی فہم مناظرہ داں کے لئے وہی ان کے رَد میں بس ہیں کہ دلائل بھی انھیں علتوں کے پابند ہوس ہیں اور بفضلہٖ تعالٰی آپ جیسے دیندار و سُنّی مسلمان کو تو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ارشادِ قرآنِ عظیم و نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم و مسئلہ اسلامی اجماعِ امتِ گرامی کے خلاف کیونکر کوئی دلیل قائم ہوسکتی، اگر بالفرض اس وقت ہماری سمجھ میں اس کا رَد نہ آئے جب بھی یقیناً وہ مردود اور قرآن و حدیث و اجماع سچے۔ یہ ہے بحمداللہ شانِ اسلام۔

محبِ فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دور از کار کرکے سائنس کے مطابق کرلیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام، وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اُسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے دلائلِ سائنس کو مردود و پامال کردیا جائے جابجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال و اسکات ہو، یوں قابو میں آئے گی، اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس داں کو باذنہٖ تعالٰی دشوار نہیں آپ اُسے بچشمِ پسند دیکھتے ہیں ؎

وعین الرضاء عن کل عیب کلیلۃ[1]

(رضامندی کی آنکھ ہر عیب کو دیکھنے سے عاجز ہوتی ہے۔ ت)

اُس کے معائب مخفی رہتے ہیں مولٰی عزوجل کی عنایت اور حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اعانت پر بھروسا کرکے اس کے دعاوی باطلہ مخالفہ اسلام کو بنظرِ تحقیر و مخالفت دیکھئے اُس وقت ان شاء اللہ العزیز القدیر اس کی ملمع کاریاں آپ پر کھلتی جائیں گی اور آپ جس طرح اب دیوبندیہ مخذولین پر مجاہد ہیں یونہی سائنس کے مقابل آپ نصرتِ اسلام کے لئے تیار ہوجائیں گے کہ ؎

---

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۴۸۸

ولکن عین السخط تبدی المساویا[1]

(لیکن ناراضگی کی آنکھ عیبوں کو عیاں کرتی ہے۔ ت)

مولوی قدس سرہ المعنوی فرماتے ہیں : ؎

دشمنِ راہِ خدا را خوار دار　　دُزد را منبر منہ بردار دار[2]

(اللہ تعالٰی کے راستے کے دشمن کو ذلیل رکھ، چور کے لئے منبر مت بچھا بلکہ اسکو سُولی پر لٹکا۔ ت)

ربِ کریم بجاہ نبی رؤف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ہمیں اور آپ اور ہمارے بھائیوں اہل سنت خادمانِ ملت کو نصرتِ دینِ حق کی توفیق بخشے اور قبول فرمائے، آمین!

الٰہ الحق اٰمین واعف عنّا واغفر لنا وارحمنا انت مولٰینا فانصرنا علی القوم الکٰفرین ۝ والحمد للّٰہ رب العٰلمین ۝ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰینا محمد و اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین ۝ اٰمین واللہ تعالٰی اعلم۔

اے معبودِ برحق! ہماری دُعا قبول فرما، اور ہمیں معاف فرمادے اور بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔ تُو ہمارا مَولیٰ ہے۔ تُو کافروں پر ہمیں مدد دے۔ اور تمام تعریفیں اللہ ربُّ العٰلمین کیلئے ہیں۔ اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے ہمارے آقا محمد مصطفٰے اور آپ کی آل، اصحاب، اولاد اور تمام اُمّت پر۔ آمین۔ اور اللہ تعالٰے خُوب جانتا ہے۔ (ت)

رسالہ

نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان

ختم ہوا

---

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث ۳۶۶۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۴۸۸

[2] مثنوی معنوی رجوع بحکایتِ زاہد با غلام امیر دفتر پنجم مؤسسہ انتشارات اسلامی لاہور ص ۳۵۱